AL-HAYAT Research Journal
Volume 3 Issue 4 (July-Sep 2026)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

بیوہ خواتین کے مسائل کا سیرت النبی کی روشنی میں حل: ایک تحقیقی جائزہ

Addressing the Problems of Widows in Light of the Seerah of the Prophet Muhammad (BPUH): A Research Study

Mai Yasmeen
Teaching Assistant @ Begum Nusrat Bhutto Women University Sukkur
Email: mai.yasmeen@bnbwu.edu.pk

Mai Kulsoom
Lecturer in Islamic Studies, Government College for Women Saudabad Malir Karachi
sayedakulsoom9@gmail.com

Ilyas Hussain
PhD Scholar, Federal Urdu University of Arts, Science and Technology Karachi
Email: ih.mudarris110@gmail.com

Abstract

The Holy Prophet Muhammad (peace be upon him) was sent as a mercy and source of blessings for all humanity. His teachings brought profound social transformation and significantly elevated the status of marginalized and vulnerable groups. Before the advent of Islam, weaker segments of society were subjected to various forms of oppression, discrimination, and social injustice. The teachings of the Holy Prophet (peace be upon him) sought to eradicate these injustices and establish principles of dignity, equality, and social responsibility. Among the vulnerable groups of that time were widows, whose social and economic conditions were particularly difficult. Before the advent of Islam, widows in various societies faced severe social discrimination, deprivation, and exploitation. In some cultures, they were subjected to cruel practices, including self-immolation with their deceased husbands, while in others, they were deprived of the right to remarry and live an independent and dignified life. Islam, through the guidance and teachings of the Holy Prophet (peace be upon him), transformed this situation by recognizing the rights, dignity, and social status of widows and by providing principles for their protection, financial support, and honorable integration into society. This article examines the status and rights of widows in the light of the teachings and practices of the Holy Prophet (peace be upon him). It explores the social conditions of widows before Islam and analyzes the reforms introduced by Islam for their welfare, dignity, and empowerment. The discussion is supported by relevant and authentic references from primary and secondary sources. The study concludes with practical recommendations aimed at promoting the social, economic, and moral welfare of widows in contemporary society.

Keywords: Widows, Seerah of the Prophet Muhammad (PBUH), Islamic Social Welfare, Women's Rights, Social Empowerment

CC BY

تعارفِ موضوع

انسان کو خدا کا نائب ہونے کی وجہ سے اشرف المخلوقات کا لقب ملا، اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کی مخلوق کو انسان کی خدمت میں لگا دیا، خود انسان کی تسکین اور دل جوئی کے لیے اسی کی جنس میں سے اس کا جوڑا بنا دیا، پھر نکاح کے ذریعے خاندانی اور عائلی نظام دیا، تاکہ انسان معاشرے میں ایک دوسرے کا سہارا بن سکیں، انسان کی روحانی تربیت کے لیے خدا نے اپنے برگزیدہ بندوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا، انسانوں کو رُسل کے ذریعے اپنی پہچان کرائی اور کامیاب زندگی گزارنے کے اصول بتائے اور ہنر سکھلائے، نکاح کی تاسیس انبیاء ورسل کے ہاتھوں سے ہوئی، انسانوں میں نکاح و شادی بیاہ انسان اور جانوروں میں حد فاصل ہے، نکاح کی بدولت حلال اور حرام کی تمیز واضح ہوگئی، نکاح کے خاتمے کی چند وجوہات ہوتی ہیں، جس سے رشتہ ازدواج کی ڈور ٹوٹ جاتی ہے۔

ان چند وجوہات میں سے ایک وجہ شوہر کا دنیا سے رخصت ہو جانا ہے، جس کا شوہر فوت ہو جائے تو ایسی خواتین کو معاشرہ بیوہ اور بے آسرا کہتا ہے، چونکہ شوہر اپنی بیوی بچوں کا سہارا اور رزق کا وسیلہ ہوتا ہے اور ہر سہارا و وسیلہ ختم ہونے کی صورت میں عورت بے آسرہ ہو کر رہ جاتی ہے، بیوہ خاتون معاشرے کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، اب یہاں معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ ایسی خاتون کو سہارا دے اور اس کے بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اٹھائیں، بیوہ اور اس کے یتیم بچوں کے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں تعاون کرنا انسانیت کے اعلیٰ ترین تقاضوں میں سے ہے، عورت معاشرے کا جز لاینفک ہونے اور صنفِ نازک ہونے کی بنا پر احسان کی زیادہ حقدار ہے، مگر افسوس کہ معاشرہ ایسی بیوہ عورت کو مدد کا ہاتھ دینے کے بجائے اس کے حقوق سلب کرنے اور اسے میراث سے عاق کرنے میں لگ جاتا ہے، حالانکہ میراث میں حصہ عورت کا بنیادی حق ہے، جو اسے خداوندِ قدوس کی جانب سے عطا کیا گیا ہے، چنانچہ سورۃ النساء میں واضح ارشاد ہے، کہ جب عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ اپنے میاں کے ترکہ میں سے چوتھائی حصہ کی حقدار ہے اگر اس کی اولاد نہ ہو تو، اگر میت کی اولاد بھی موجود ہے تو ایسی صورت میں عورت شوہر کے ترکہ میں سے آٹھویں حصے کی حقدار ہے۔

عورت چاہے کسی بھی روپ میں ہو، وہ قابل احترام ہے، مگر افسوس کہ عصرِ حاضر میں معاشرے نے عورت کے حقوق کے استحصال میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، عصر حاضر کے معاشرہ نے زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کر دی، جیسے قبل از اسلام عورت کے تمام حقوق سلب کیے جاتے تھے ویسے ہی آج کی صورتحال ہے۔

آج دنیا خود کو مہذب سمجھتی ہے، مگر عورت کے معاملے میں ہوس کا شکار ہے، بیوہ خاتون ہمیشہ سے مختلف مسائل کا سامنا کرتی آئی ہے، ایسی عورت کی آزادی کلی طور پر سلب کر دی جاتی ہے، وسیلہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے کھانے کے لالے پڑ جاتے ہیں، کئی کئی روز فاقے کرنے پڑتے ہیں، ایسی بے آسرا خواتین کو نکاح کی صورت میں سہارے کی اشد ضرورت ہوتی ہے، معاشرہ پر لازم ہے کہ ایسی عورتوں سے شادی کر کے ان کے لیے سہارا بنے۔ ہندومت خود کو قدیم ترین مذہب خیال کرتا ہے مگر اس کے مطابق جب عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو اسے شوہر کی لاش کے ساتھ ہی زندہ جلانے کا حکم دیا جاتا رہا ہے، بیوہ عورت کو ہر معاشرے میں لعن طعن، علیحدگی، محرومی اور استحصال کا سامنا رہتا ہے۔ یہودیت کی تعلیمات کے مطابق بیوہ اپنے دیور کے ساتھ نکاح کرنے پر پابند ہے، چاہے اس میں بیوہ کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو اسے ہر صورت میں قبول کرنا ہے۔

عہدِ نبوی میں بیوہ عورت کے معاشرتی و معاشی مسائل:

تاریخ کے اوراق پلٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ کے ساتھ ہر دور میں جانوروں سے بدتر سلوک ہوتا رہا ہے بیوہ اور مطلقہ منحوس سمجھے جانے کی وجہ سے در، در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوتی ہیں اور عورت کا وقار معاشرے نے ویسے ہی مجروح کیا ہوا ہے، لیکن جب وہ بیوہ ہو جائے تو اس کی بدنصیبی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

معاشرے میں ایسی عورتوں کے ساتھ ہتک آمیز سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ عربی زبان میں بیوہ کو ارملۃ کہا جاتا ہے، درحقیقت ارملۃ کے معنی ہیں جس کا نان و نفقہ ختم ہو جائے، چونکہ بیوہ عورت کے پاس بھی شوہر کی وفات کے بعد نان و نفقہ کا کوئی وسیلہ نہیں ہوتا، تو اس لیے اسے بھی ارملۃ کہا جاتا ہے۔ بیوہ عورت کو معاشرے کی تلخیوں کا سامنا رہتا ہے، اس کے بچوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جاتی، بیوہ کی عزت تک محفوظ نہیں ہوتی،[1]

- **قبل از اسلام بیوہ خاتون کی حیثیت:**

زمانہ جاہلیت میں عورت کو غلام اور باندی سمجھا جاتا تھا، خواتین کو معاشرے میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، وہی عورت جب بیوہ ہو جاتی تو اسے کم بخت سمجھ کر مزید کنارہ کشی کی جاتی تھی، قبل از اسلام اہل عرب میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی عورت بیوہ ہو جائے، تو اسے ایک سال تک عدت میں بیٹھنا پڑتا تھا، اس دوران اسے غسل تو درکنار، منہ دھونے کی بھی اجازت نہ تھی، حضرت زینب بنت سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا، تو ایسی خاتون انتہائی تنگ و تاریک کال کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی، سب سے بُرے کپڑے پہنتی، خوشبو سے گریز کرتی، یہاں تک کہ پورا سال گزر جاتا، اسے عدت کی تکمیل پر باہر لانے کے لیے خاندان کے لوگ گدھا، بکری یا کوئی دوسرا جانور لیکر آتے اور وہ عورت اس جانور پر ہاتھ پھیرتی، جس سے بہت دفعہ وہ حیوان مر جاتا، جس سے لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا کہ اس عورت کی نحوست وہ حیوان میں داخل ہو جاتی ہے جس سے وہ جانور موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔

اس ساری صورتحال کے بعد عورت معاشرے کی اجتماعی زندگی میں رہنے کا حق رکھتی تھی۔[2] عورت اہل عرب میں شوہر کی وفات کے بعد شوہر کے وارثوں کی ملکیت بن جاتی،[3] وہ جیسا چاہتے اس کے ساتھ سلوک روا رکھتے، جہاں چاہتے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیتے، اس کی پسند و ناپسند کا بالکل خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔[4]

- **یہودیت میں بیوہ عورت:**

دینِ مُوسوی کو یہودیوں نے تحریف کر کے روند ڈالا، اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق مسائل کا حل نکالا، چنانچہ دیگر مسائل کی طرح بیوہ عورت کے معاملے میں بھی یہودیوں نے

CC BY

زیادتی کی، نرینہ اولاد کی موجودگی میں بیوہ خاتون کو حق وراثت سے محروم رکھا، عورت کو مرد کی کنیز اور لونڈی سمجھ کر اس کے حقوق و فرائض سے انکار کر دیا، یہودی معاشرے نے بیوہ کے تمام بنیادی حقوق سلب کر دیے، یہاں تک کہ ایسی عورتوں کو دوسری شادی سے بھی روک دیا گیا۔[5] یہودی مذہب کے مطابق عورت شوہر کی وفات کے بعد اس کے بھائی یعنی دیور کی ملکیت میں چلی جاتی تھی۔[6]

- **عیسائی مذہب میں بیوہ کی حیثیت:**

عیسائیوں کے ہاں عورت مکمل طور پر مرد کے قبضہ میں تھی، عورت کو طلاق و خلع لینے کا کوئی حق نہ تھا، زوجین میں چاہے کتنی ہی ناچاقی کیوں نا ہو، اسے جبر کی زندگی گزارنی ہی پڑتی تھی۔

ڈاکٹر مبارک علی یہودیت اور عیسائیت میں زوجین کے تعلق کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ ان دونوں مذاہب میں عورت صرف بچے پیدا کرنے والی مشین سمجھی جاتی تھی، اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔[7]

مولانا الطاف حسین حالی اپنے اشعار کے ذریعے دورِ جاہلیت میں عورت کی حیثیت سے متعلق فرماتے ہیں:

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر،
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر،
پھرے دیکھتی جب شوہر کے تیور،
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر،
وہ گود اپنی نفرت سے کرتی تھی خالی،
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والا،[8]

یعنی دورِ جاہلیت میں عورت شرمندگی کا دوسرا نام سمجھا جاتا تھا، اسے وبالِ جان گردانا جاتا تھا، اسے نفرت کا نشانہ بنایا جاتا تھا، اس کے ساتھ ذلت آمیز سلوک روا رکھا جاتا تھا۔

- **عہدِ رسالت میں بیوہ کے مسائل:**

مسلمانوں نے اسلام کے ابتدائی زمانے میں بڑی غربت دیکھی ہے، دو وقت کا کھانا تک میسر نہ تھا، اس کسمپرسی کے عالَم میں کفارِ مکہ کا ظلم و جبر بھی اپنی اونچائی کو چھو رہا تھا، مسلمانوں کو طرح طرح کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا، بالآخر مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی، چنانچہ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مسلمانوں کو جہاد کی اجازت ملی، تو صحابہ کرام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہو گئے، غزوات میں کئی مسلمان شہید ہوتے، جن کی بیویاں بیوگی کی زندگی گزارتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی بیوہ خواتین کو معاشرتی و معاشی مسائل کا سامنا تھا، غربت کی وجہ سے ہر کوئی خود پریشان رہتا، ایسی صورتحال میں بیوہ خواتین کی مدد کرنا آسان نہ تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ کو سہارا دینے کی غرض سے ایک سے زائد نکاح کی ترغیب دی، بلکہ خود اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک سے زائد نکاح کر کے بیوہ خواتین کو سہارا دیا۔

سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے، باقی تمام ازواج مطہرات بیوہ اور مطلقہ تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوگان کو سہارا دینے کے لیے اپنی عمر سے بڑی خواتین کے ساتھ بھی نکاح کیے ہیں۔

بیوگان سے متعلق نبی مہربان نے ارشاد فرمایا کہ بیوہ خواتین اور مساکین کی کفالت کرنا ایسا ہے، جیسا کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہو یا پھر رات کو تہجد اور دن کو روزہ رکھنے والا ہو،[9] یعنی جتنا ثواب مجاہد، روزہ دار اور قائم اللیل کو ملتا ہے، اتنا ہی ثواب بیوہ اور مساکین کی کفالت کرنے والے کو ملے گا۔

رسول اکرم کی خدمت میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور اپنے والد سے متعلق شکایت کی، کہ انہوں نے میرا نکاح میری مرضی کے بغیر طے کر دیا ہے، رسولِ خدا نے خاتون کی شکایت پر اس نکاح کو رد کر دیا۔[10]

اس حدیث کے ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت خنساء بنتِ خِزام ایک انصاریہ عورت تھی، جن کا شوہر حضرت اُنیس بن قتادہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو ان کے والد نے ان کی مرضی جانے بغیر دوسری جگہ اس کا نکاح طے کر دیا، جس پر اس بیوہ نے ردعمل دکھاتے ہوئے حضور سے شکایت کی، کہ اس کی پسند و ناپسند کا احترام نہیں کیا گیا۔[11]

عہدِ رسالت میں بیوہ خواتین کے عائلی و نفسیاتی مسائل

- **اسلام کا عائلی نظام:**

عائلۃ اور اُسرۃ دونوں عربی زبان کے الفاظ ہیں، جن کے معنی خاندان، کنبہ اور گھرانہ کے ہیں۔ اس بناء پر گھریلو زندگی کو عائلی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ اسلام مکمل قانون اور ضابطہ حیات ہونے کی وجہ سے ہر چیز کے اصول اور آداب متعین کرتا ہے۔

اسلام کا عائلی نظام انسانیت کے لیے باعثِ برکت و رحمت ہے۔ خاوند اور بیوی کی باہمی زندگی گزارنے کو عائلی زندگی کہا جاتا ہے، نکاح کے پاک و مقدس رشتے کے ذریعے وجود میں

آنے والا خاندان، در حقیقت معاشرے کی بقاء کا سبب بنتا ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو مل جل کر رہنے کی تلقین فرمائی ہے، میاں بیوی کے درمیان تفریق ڈالنے کو شیطانی عمل کہا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ عائلی و انفرادی زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اسلام نے عائلی و گھریلو زندگی میں میاں بیوی کے ایک دوسرے پر حقوق لاگو کیے ہیں، دونوں پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض پورے کرتے ہوئے کامیاب عائلی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین ہے، مسکین ہے، مسکین ہے، صحابہ کرام نے پوچھا کہ کون؟ یارسول اللہ! فرمایا وہ شخص جس کی بیوی نہ ہو، اگرچہ مال و دولت سے بھرا ہوا ہو، لیکن اگر بیوی نہیں ہے تو وہ مسکین ہے۔ گویا نیک بیوی مرد کے لیے بہت بڑا سرمایہ اور نعمت ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت سے متعلق فرمایا کہ مسکین ہے وہ عورت، جس کا شوہر نہ ہو، چاہے وہ کتنی ہی مالدار کیوں نا ہو۔[12]

یہ دنیا فانی اور عارضی ہے، یہاں کوئی ہمیشہ رہنے کے لیے نہیں آیا، ہماری ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے، اگر کسی مرد کی بیوی فوت ہو جائے تو وہ مضبوط الاعصاب ہونے کی بناء پر معاشرے میں گزر بسر کر لیتا ہے اور ذریعہ معاش اختیار کرتے ہوئے اسے معاشی استحکام بھی حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اگر بد قسمتی سے کسی خاتون کا شوہر فوت ہو جائے تو معاشرے میں اوّلاً تو ایسی عورت کو منحوس سمجھا جاتا ہے، اس کے وقار کو مجروح کیا جاتا ہے اور کوئی ذریعہ معاش نا ہونے کی وجہ سے کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔ ایسی خواتین کو دوسرے نکاح پر قبول نہیں کیا جاتا، معاشرے میں لعن طعن کیا جاتا ہے، بیوہ کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، اگر اس کے پاس یتیم بچے ہوں، تو ان کی تعلیم و تربیت کے مسائل بھی اسی عورت کو سہنے ہوتے ہیں، حالانکہ حضور کے ارشاد کے مطابق بیوہ کی کفالت کرنے والا، خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ثواب کا مستحق ہے۔ یتیم کی کفالت کرنے والے سے متعلق فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ایسے ساتھ ہوں گے۔ (جیسے یہ دو انگلیاں)[13] دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ "السَّاعِي عَلَى الأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ – وَأَحْسِبُهُ قَالَ – وَكَالْقَائِمِ لاَ يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لاَ يُفْطِرُ "[14]

- **میراث کے مسائل:**

عہدِ رسالت کے ابتدائی دور میں اقدارِ جاہلی اپنے عروج پر تھے، چنانچہ اقدارِ جاہلی نے عورت کو معاشرتی اور عائلی زندگی میں محروم رکھا، بلکہ عورت کو مملوکہ شے سمجھ کر میراث میں بانٹنے کی رسم چلائی اور عورت کو حیض کے ایام میں اچھوت سمجھ کر اسے خود سے دور رکھا جاتا تھا، بیوہ کو عدت گزارنے کے لیے ایک سال کال کوٹھری میں بند کر دینا اور اسے غسل تو درکنار منہ دھونے کی بھی اجازت نہ دینا شامل تھا، اقتدارِ جاہلی نے بیوہ عورت کو کمبخت گردانتے ہوئے تمام سہولیات سے محروم رکھا۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۞[15]

ترجمہ: "اور عورتوں کے لیے بھی اُس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصّہ ﴿اللہ کی طرف سے﴾ مقرر ہے"[16]

اس آیت کے ضمن میں امام رازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں فرماتے ہیں کہ عرب، زمانہ جاہلیت میں خواتین اور بچوں کو میراث میں حصہ دار نہیں سمجھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ میراث میں صرف ان کا حصہ ہے جو جنگوں میں شرکت کریں اور تیر اندازی کر سکیں۔

اقدار جاہلی کے اس بے بنیاد رسم کو توڑتے ہوئے اللہ تعالی نے مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی حصہ دار ٹھہرایا، امام رازی فرماتے ہیں کہ بچوں کی میراث سے متعلق اس آیت میں اس لیے وضاحت نہیں کی گئی، کیونکہ پھر یہ فیصلہ بہت بھاری ہو جاتا، اس لیے کسی رسم کو توڑنے کے لیے بتدریج حکمت عملی کے ساتھ کام کرنا پڑتا ہے، تاکہ اگلے پر شاق نہ گزرے۔[17]

- **بیوہ کو درپیش نفسیاتی مسائل:**

ڈاکٹر فوزیہ سعید، ماہر نفسیات، بیوہ عورتوں کے نفسیاتی مسائل اور ان کے حل سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ جب عورت کا خاوند فوت ہو جائے، تو ایسی عورت بیوہ اور بے آسرہ کہلاتی ہے، بیوہ اپنے شوہر کی وفات کے بعد گہرے صدمے میں چلی جاتی ہے اور وہ اس صدمے میں ہوتے ہوئے بھی اس صدمے سے انکاری ہوتی ہے، اسے لگتا ہے کہ وہ کسی صدمے میں نہیں حالانکہ وہ گہرے صدمے میں مبتلا ہوتی ہے، اپنے جیون ساتھی کی وفات پر اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ انتہائی درد اور کرب کے عالَم میں مبتلا ہوتی ہے، وہ خود کو مجرم سمجھتی ہے، اپنے رب سے شکوہ کرتی ہے، وقتی طور پر اس کی دنیا اندھیر ہو جاتی ہے، اسے کوئی راستہ نہیں سوجھتا، خود سے زیادہ اپنے بچوں سے متعلق پریشان ہوتی ہے، جن کی وہ پہلے صرف ماں ہوا کرتی تھی، آج اسے باپ کی ذمہ داری بھی نبھانی ہے، معاشرے میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جو بیوہ کو حوصلہ دیں، اس کی مدد کریں۔[18]

بیوہ کو درج بالا نفسیاتی مسائل، ہر زمانے میں درپیش رہے ہیں، عہدِ رسالت میں خواتین کو پریشانی اور کسمپرسی سے نکالنے کے لیے مرد کو ایک سے زائد نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی، بلکہ حضور علیہ السلام نے خود عملی طور پر بیوگان سے ایک سے زائد نکاح کیے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رسول اکرم کا ایک قبرستان سے گزر ہوا، حضور نے دیکھا کہ ایک خاتون قبر کے پاس بیٹھ کر آہ و بکا کر رہی ہے، آنحضرت نے خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اتقی اللہ واصبری" اللہ سے ڈرو اور صبر اختیار کرو، صبر کا دامن ہمیشہ پکڑے رہو، عورت نے حضور کو نہیں پہچانا جس کی وجہ سے جواب میں کہا کہ جاؤ پرے ہٹو،

اگر یہ آفت و مصیبت تم پر آتی تو پتہ چلتا۔

حضور کے جانے کے بعد لوگوں نے اسے سمجھایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ خاتون فوراً بارگاہِ رسالت میں پہنچی اور کہنے لگی کہ حضور! مجھے معاف کر دیں، میں نے آپ کو پہچانا نہیں، اس لیے انجانے میں ایسے نازیبا و نامناسب الفاظ، منہ سے نکل گئے۔

نبی الرحمۃ نے جواباً فرمایا کہ

"انما الصبرُ عند الصدمةِ الأُولٰی"[19]

ترجمہ: صبر تو کرنا ہی تب ہوتا ہے جب صدمہ شروع ہو۔

اس حدیث کے ضمن میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اس عورت کو کسی نے آکر بتایا کہ جس سے تم نے اس لہجے میں بات کی ہے، وہ اللہ کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو اس عورت پر خجل اور خوف سے گویا موت طاری ہونے لگی۔

صاحب فتح الباری آگے لکھتے ہیں کہ عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہیں پہچانا، کیونکہ حضور بادشاہوں کی طرح آگے پیچھے گارڈ اور شاہی سواری لے کر نہیں گھومتے تھے، بلکہ انتہائی سادہ مزاجی سے سفر کرتے تھے، اس لیے عورت پہچان نہ سکی۔[20]

عصر حاضر میں بیوہ خواتین کے سماجی و معاشی مسائل

- سماج کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

سماج اور معاشرہ کو انگلش میں سوسائٹی (Society) کہتے ہیں، جو کہ لاطینی زبان کے لفظ "Socius" سے مشتق ہے۔ سماجیت کے مطالعہ کو عمرانیت بھی کہتے ہیں، جسے انگریزی زبان میں سوشیالوجی (Sociology) کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور تعریف کے مطابق معاشرے کے مزاج اور اس کی تاریخ کے مطالعہ کو سماجیات یا عمرانیت کہتے ہیں۔[21]

- سماجی و معاشرتی مسائل سے مراد:

افراد کے مجموعے کا نام معاشرہ ہے اور افراد ہی سے ریاستیں وجود میں آتی ہیں۔ ریاست کی ذمہ داریوں میں سے اہم ترین ذمہ داری، اپنے شہریوں کے حقوق کا خیال کرنا اور انہیں سہولیات سے آراستہ اراستہ کرنا ہے، شہریوں کی بنیادی ضروریات میں خوراک، روزگار اور تحفظ شامل ہیں۔ اگر کوئی ریاست مذکورہ بنیادی حقوق و سہولیات دینے سے قاصر رہ جائے، تو ایسی ریاست کے معاشرے میں مختلف مسائل جنم لیتے ہیں، جنہیں ہم معاشرتی و سماجی مسائل کہتے ہیں۔

معاشرے میں مرد و زن دونوں کے حقوق برابر ہیں، تاہم دونوں کے مسائل میں فرق ہو سکتا ہے۔ ہمارا معاشرہ پدر شاہی معاشرہ کہلاتا ہے، جہاں مرد کا عورت کے مقابلے میں زیادہ خیال رکھا جاتا ہے، جبکہ عورت کے وقار کو مجروح کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔ عورت صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے ہمیشہ گمبھیر مسائل کا شکار رہتی ہے، بالخصوص جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے تو ایسی عورت، بیوہ اور بے آسرا بن جاتی ہے، بیوہ کے ساتھ عام عورت کے مقابلے میں کئی گنا اضافی مسائل ہوتے ہیں، جنہیں حل کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

- پاکستان کے اہم معاشرتی مسائل:

اس وقت پوری دنیا کے ساتھ ساتھ پاکستان بھی بہت سے معاشرتی و سماجی مسائل کا سامنا کر رہا ہے، بلکہ پاکستان مسائلستان بنتا جا رہا ہے، مہنگائی اپنے عروج پر ہے، جس کی وجہ سے لوگ بھوکے مر رہے ہیں، کئی لوگ مہنگائی سے اتنے تنگ آ چکے ہیں، کہ آئے روز خودکشیاں رپورٹ ہو رہی ہیں۔

پاکستانی معاشرے میں جہالت کی وجہ سے دہشت گردی اونچائیوں کو چھو رہی ہے، ادارے رشوت کے نام پر عوام کو لوٹنے پر مصروفِ کار ہیں، تعلیمی ادارے تباہ ہیں۔

یہی مسائل سماج کے لیے بہت بڑا خطرہ بنتے جا رہے ہیں اور معاشرے پر اس کے منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں، انہی مسائل کی وجہ سے معاشرہ میں بدامنی، منشیات کا استعمال، اسمگلنگ، غربت، ناخواندگی اور بے روزگاری جیسے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے معاشرتی مسائل سنگین صورتحال اختیار کر چکے ہیں۔

- اہل مغرب کا عورت بالخصوص بیوہ کے ساتھ رویہ:

مغرب نے آزادیٔ نسواں کا نعرہ لگا کر درحقیقت عورت کی معاشرتی اور عائلی زندگی کو مجروح کیا ہے، اس سے عورت کے مسائل میں اضافہ ہوا ہے، گویا مغرب نے عورت کو جنسی ہوس کا نشانہ بنائے جانے کی سہولت فراہم کی ہے۔

عورت، ولی وارث نہ ہونے کی وجہ سے درندگی کا شکار ہوتی ہے، مرد و زن کے مساوات کے نعرے لگا کر عورت کو گھر کی ملکہ بننے کے بجائے دفتر کی خادمہ بننے کی ترغیب دی ہے۔ درحقیقت مغرب نے عورت کے حقوق کا استحصال کیا ہے، یہی عوامل بے حیائی اور بدامنی کا سبب بنتے ہیں۔[22] مغرب میں عورت کی کفالت کی ذمہ داری اٹھانے والا کوئی نہیں، مغربی معاشرہ بے راہ روی اور عصمت دری کا شکار ہے۔[23]

مغربی معاشرے میں خاندانی نظام سسکیاں لیتے ہوئے دم توڑ رہا ہے، عورت بالعموم اور بیوہ بالخصوص جسمانی، نفسیاتی اور جنسی تشدد کا شکار ہے، جس کی وجہ سے وہ ذہنی دباؤ اور بے چینی

کی طرف جارہی ہے، ایسے مسائل کا سامنا کرتے کرتے بالآخر بیوہ کے پاس خود کشی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں بچتا۔

آج مغرب پوری طاقت کے ساتھ اسلامی ممالک بالعموم، اور پاکستان بالخصوص پر آزادی نسواں کی تحاریک کے ذریعے کام کر رہا ہے، اس کے مقاصد میں اہم ترین مقصد، عورت کو بہلا پھسلا کر اس کی عائلی و معاشرتی زندگی کو مجروح کر کے بے راہ روی کو عام کرنا ہے اور کافی حد تک مغرب اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔

- بیوہ عورت کا معاشی عدم استحکام:

جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے، تو وہ معاشرے میں بے آسرہ ہو کر رہ جاتی ہے، بیوہ خاتون معاشرے کے رحم و کرم پر ہوتی ہے، معاشرہ جیسا چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے۔ بیوہ اپنا کفیل نا ہونے کی وجہ سے، معاشی عدم استحکام کا شکار ہے۔

عصر حاضر میں کمر توڑ مہنگائی جہاں ہر کوئی نفسی نفسی کے عالَم میں زندگی گزار رہا ہے، سہارا اور روزگار ہونے کے باوجود کئی لوگ معاشی عدمِ استحکام کا شکار ہیں، کئی لوگ خودکشیاں کرنے پر مجبور ہیں، بلکہ آئے روز خودکشیاں رپورٹ ہو رہی ہیں، ایسی صورتحال میں بیوہ کا کیا حال ہو گا؟

زمانہ جاہلیت کی مانند آج بھی عورت کو میراث اور جائیداد میں حصہ نہیں ملتا، بیوہ ہو جانے کے بعد عورت کو اپنے ہی گھر سے بے دخل کر دیا جاتا ہے، بیوہ کو ملازمت اختیار کرنے کی بہت کم ہی اجازت دی جاتی ہے اور جہاں بیوہ ملازمت کر رہی ہو، تو ادارہ والے اسے ہوس کا نشانہ بنانے کے لیے تیار بیٹھے ہوتے ہیں، جس سے عورت ملازمت چھوڑنے پر مجبور ہوتی ہے۔

- بیوہ کی آمدورفت پر غیر ضروری پابندی:

شریعتِ مطہرہ نے خواتین کو پردے کا حکم دیا ہے، اسی طرح نامحرم لوگوں سے غیر ضروری گفتگو سے بھی منع کیا ہے، اِن تمام چیزوں کے قطع نظر، اسلام نے عورت کی ضرورت کے تحت آمدورفت کو کہیں بھی منع نہیں کیا، حدود میں رہتے ہوئے عورت گھر سے باہر جاسکتی ہے، عورت کا اخلاقی دائرہ کار میں رہتے ہوئے گھر سے باہر جانا اسلام میں مباح قرار دیا گیا ہے۔

اس حوالے سے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے غیر دانستہ طور پر جب قبطی کا قتل ہوا، تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا تو پتہ چلا کہ کچھ لوگ اپنی بکریوں کو کنویں سے باری باری پانی پلا رہے ہیں، ان میں سے دو خواتین جو مردوں سے ایک طرف اپنی بکریاں لیے انتظار میں کھڑی ہیں، تاکہ مَردوں کے جانے کے بعد وہ اپنی بکریوں کو پانی پلا سکیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدۡيَنَ وَجَدَ عَلَيۡهِ أُمَّةً مِّنَ ٱلنَّاسِ يَسۡقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ ٱمۡرَأَتَيۡنِ تَذُودَانِۖ قَالَ مَا خَطۡبُكُمَاۖ قَالَتَا لَا نَسۡقِي حَتَّىٰ يُصۡدِرَ ٱلرِّعَآءُۖ وَأَبُونَا شَيۡخٞ كَبِيرٞ ۝ [24]

ترجمہ: "اور جب وہ مدیَن کے کنوئیں پر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور اُن سے الگ ایک طرف دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ موسیٰؑ نے ان عورتوں سے پوچھا "تمہیں کیا پریشانی ہے؟" اُنھوں نے کہا "ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور نہ نکال لے جائیں، اور ہمارے والد ایک بہت بُوڑھے آدمی ہیں۔" [25]

ہمارے معاشرے میں عورت بالعموم اور بیوہ بالخصوص حبس بے جا کا شکار ہے، بیوہ پر غیر ضروری پابندیاں اسے نفسیاتی مریض بنانے کی طرف لے جارہے ہیں، اسلامی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کرنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت نے ہمیشہ مرد کے شانہ بشانہ نہ صرف کام کیا بلکہ جنگوں میں بھی حصہ لیا۔

عصر حاضر میں بیوہ خواتین کے عائلی و خانگی مسائل:

بعثتِ نبوی سے قبل عورت کو ظلم و جبر اور تشدد کا سامنا تھا، معاشرے میں عورت بالعموم، جبکہ بیوہ بالخصوص محرومیوں کا شکار تھی، اقدارِ جاہلی نے عورت کے وقار کو نہ صرف مجروح کیا، بلکہ اسے نفسیاتی مریض بنادیا۔

اسلام نے آکر عورت کو محرومیوں اور جبر و تشدد سے نکالا اور اسے عزت و احترام کا مقام عطا کیا، لیکن عصر حاضر میں اقدارِ جاہلی نے لوٹنا شروع کر دیا ہے، دورِ حاضر کا معاشرہ اُسی نہج پر چل پڑا ہے، جس پر قبل از بعثت، اقدار جاہلی چلا کرتا تھا، اقدارِ جاہلی نے بھی بچی کی پیدائش کو عار و عیب کا باعث سمجھا تھا، تو دورِ حاضر کا معاشرہ بھی بچی کی پیدائش پر ناخوش نظر آتا ہے، زمانہ جاہلیت کے ظالموں نے عورت کو جائیداد اور حقِ میراث سے محروم رکھا۔ المختصر دور حاضر نے تعلیماتِ نبوی کو پسِ پُشت ڈال کر اقدارِ جاہلی کی پیروی شروع کر دی ہے۔

- **نکاح ثانی سے روکنا:**

عصر حاضر کا معاشرہ زمانہ جاہلیت کی طرف رواں دواں ہے، دور حاضر میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جائے تو وہ عورت بیوہ اور لاچار ہو کر رہ جاتی ہے، خاندان والے ایسی عورت کو نکاحِ ثانی سے روکتے ہیں، جبکہ نکاحِ ثانی بیوہ کا بنیادی حق ہے، خاندان کے افراد کو لگتا ہے کہ اگر بیوہ نے نکاحِ ثانی کر لیا، تو اس کے پہلے شوہر کی جائیداد میں جو حصہ اسے ملا ہے، وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا، اسی وجہ سے بیوہ کی قرآن سے شادی کرادی جاتی ہے، حالانکہ بیوہ کے لیے نکاحِ ثانی رحمت ہے، اور اسی میں معاشرہ کی بھلائی بھی۔ نکاحِ ثانی کی وجہ سے بیوہ کو نہ صرف سہارا مل جاتا ہے، بلکہ اس کی عزتِ نفس بھی محفوظ رہتی ہے۔

دور حاضر میں بیوہ کو نکاحِ ثانی سے روکنا اقدارِ جاہلی کو زندہ کرنے کے مترادف ہے، نکاحِ ثانی کی صورت میں عورت کی پسند و ناپسند کا خیال کرنا انتہائی ضروری ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

OPEN ACCESS

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " لاَ تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ، وَلاَ الثَّيِّبُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ "[26]

- **حُسنِ سلوک نا کرنا:**

دورِ حاضر میں بیوہ کے مسائل میں سے ایک مسئلہ عائلی زندگی میں اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا بھی شامل ہے، جس سے بیوہ کے نفسیاتی امراض میں اضافہ ہو رہا ہے، بیوہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا روز کا معمول بن چکا ہے۔ عائلی زندگی میں بیوہ کو کمبخت اور منحوس سمجھا جاتا ہے۔

بیوہ بھی معاشرے کا حصہ ہے، اس لیے اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا نہ صرف کارِ خیر ہے، بلکہ معاشرے کی اہم ذمہ داری بھی ہے۔ حضرت عُمر بن خطّاب کا قول ہے کہ اگر زندگی رہی اور اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو شہر عراق کی بیوہ خواتین کو اتنا خوشحال کردوں گا کہ میرے بعد انہیں کسی کی محتاجی کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔[27]

- **بیوہ کے آرائش وزیبائش پر پابندی:**

اسلام نے بیوہ عورت پر چار مہینے دس دن عدت مقرر فرمائی ہے، جس کے دوران اسے آرائش وزیبائش سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن جب بیوہ اپنی مقررہ عدت گزار لیں تو اس کے بعد، اسے زیب وزینت اختیار کرنے سے منع کرنا شرعاً ممنوع ہے، عدت کے بعد عورت کو اچھا کھانے اور اچھا پہننے کا پورا حق حاصل ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝[28]

ترجمہ: "تم میں سے جو لوگ مر جائیں، ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں، تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے، دس دن روکے رکھیں۔ پھر جب ان کی عدّت پوری ہو جائے، تو انہیں اختیار ہے، اپنی ذات کے معاملے میں معروف طریقے سے جو چاہیں، کریں۔ تم پر اس کی کوئی ذمّے داری نہیں۔ اللہ تم سب کے اعمال سے باخبر ہے۔"[29]

بیوہ خواتین کے مسائل کا سیرت النبی کی روشنی میں حل:

1) معاشرتی ومعاشی مسائل کا حل

بعثت سے قبل عرب معاشرے میں عورت محرومیوں کا شکار تھی، اس کا وقار مجروح تھا، عورت کو کسی بھی طرح معاشرے کا فرد شمار نہیں کیا جاتا تھا، عورت ذات جنسِ کمزور اور صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے جبر وتشدد کا شکار تھی، بیٹیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا، عورت میراث میں حصے دار نہ سمجھی جاتی تھی، عورت پر مختلف پابندیاں عائد تھیں، اسے معاشرے کا منحوس فرد شمار کیا جاتا تھا، معاشرے نے عورت کے تمام بنیادی حقوق سلب کر لیے تھے، جہالت اپنے عروج پر تھی، عورت کو فیصلہ سازی اور مشورہ دینے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا، بیوہ خود مملوکہ شے سمجھی جاتی تھی۔ تب فاران کی چوٹیوں سے ایک تاجدارِ رُسل کا ظہور ہوا، اس نے انسانیت کو وہ عظیم احترام سے نوازا کہ رہتی دنیا تک مثال بن گیا۔

نبی الرحمت نے مرد وزن کے مساوی حقوق بیان کیے۔ بیوہ، مساکین اور یتیم بچوں کی کفالت کرنے والے کو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ دیا، بیوہ کو سہارا دینے کے لیے ایک سے زائد نکاح کی ترغیب دلائی، خود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات سے بیوگی میں شادی کی۔ معاشرے کو جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کے نور سے نوازا، بیٹی کی پیدائش کو باعثِ رحمت قرار دیا، بیٹیوں کے قتل کو حرام قرار دیا، ماں کے قدموں تلے جنت کی بشارت سنادی، بہن کو گھر کے لیے باعث برکت شمار کیا۔

- بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم کا خاتمہ:

اسلام نے بیٹا اور بیٹی کی پیدائش کو یکساں عزت واحترام دیتے ہوئے عرب معاشرے کی بچیوں کو زندہ درگور کرنے کے قبیح رسم پر کاری ضرب لگائی۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ۝[30]

ترجمہ: "اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا"

ارشاد نبوی:

اِنَّ اللہَ حَرَّمَ علیکم عقوقُ الامہات و وأدُ البنات[31]

ترجمہ: یقیناً اللہ پاک نے تم پر حرام کر دی ہے ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کو زندہ دفنانا۔

- حسن سلوک کی تلقین:

اولاد خداوندِ قُدّوس کی رحمت ہے اور اولاد کی اچھی تربیت کرنا، والدین کا فریضہ ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے پیارے پیغمبر نبی الرحمۃ کو چار بیٹیاں اور تین بیٹوں سے نوازا، آپ علیہ السلام نے اپنی اولاد کے ساتھ کمال شفقت کا مظاہرہ کیا، ان کی مثالی تربیت کر کے تمام انسانوں کے لیے مثال قائم کی، بچیوں کی پرورش وخدمت پر اجر وثواب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی دو بچیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے تو وہ میرے ساتھ جنت میں ایسے ہو گا جیسے ہاتھ کی دو انگلیاں۔

حدیث:

"ما عالَ جاريتين دخلتُ انا و هُوَ الجنةَ كَهَاتينِ وأَشارَ بإصبعه"[32]

OPEN ACCESS

دوسری روایت کے مطابق جس کے ہاں بیٹی ہو اور وہ اسے زندہ در گور نہ کرے، نہ ہی اسے کمتر وحقیر جانے اور نہ ہی نرینہ اولاد کو بچی پر فوقیت دے، تو اللہ تعالی اسے، اس بیٹی کے سبب جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث:

"من كانت له أُنثى فلم يئدها ولم يهنها و لم يؤثر ولده عليها يعني الذكور ادخله الله بها الجنةَ"[33]

اسی طرح نبی الرحمت نے اپنی ازواجِ مطہرات کی ایسی مثالی تربیت کی کہ ان کی زندگی تمام خواتین کے لیے مشعلِ راہ بن گئی۔ امہات المومنین کی معاشرتی و سماجی سرگرمیاں رہتی دنیا تک کی مسلمان عورتوں کے لیے بہترین نمونہ ہیں، ازواجِ مطہرات نے سماج میں امن اور سلامتی، فلاح اور بہبود کے لیے مختلف اقدامات کیے۔

امہات المومنین نے دین کی نصرت و اشاعت اور اس کی تعلیمات کو نہ صرف اپنی زندگی کا حصہ بنایا، بلکہ بیرونِ خانہ لوگوں تک بھی یہ پیغام پہنچایا۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین سیدہ خدیجہ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس نے اس وقت ایمان لایا جب تمام لوگوں نے کفر اختیار کیا ہوا تھا، سیدہ خدیجہ نے حضور کی اس وقت تصدیق کی جب سب نے جھٹلا دیا، حضور کی جب لوگوں میں کوئی دوسرا مدد کرنے کو تیار نہ تھا، تو اس وقت سیدہ خدیجہ نے اپنا سارا مال و دولت حضور کے حوالے کر دیا۔[34]

بیوہ کے حقوق سیرت طیبہ کی روشنی میں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے لیے رحمت و برکت بن کر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ رہتی دنیا تک کے لیے مشعلِ راہ ہے، زندگی کے ہر موڑ میں اسوہ حسنہ سے رہنمائی لی جاسکتی ہے، حضور کی حیاتِ طیبہ سسکتی انسانیت کے لیے سہارا ہے، اندھیروں اور ظلمتوں میں نور اور روشنی ہے، انسانیت کے وقار کو باعزت و با احترام بنانے میں نبی اور رحمت کا مکمل کردار ہے، نبی الملاحم نے معاشرہ کو استحصالی قوتوں سے نجات دلا کر آزاد زندگی گزارنے کے گُر سکھائے، عورت کو معاشرہ کا اہم جز قرار دیا، بچی کی تربیت و پرورش کو جنت میں داخلے کا سبب قرار دیا، بیوہ کو جاہلانہ رسم و روایات سے آزادی دلائی، حضرت ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق بیوہ کی کفالت کرنے والا قائم اللیل اور صائم النہار کے برابر ثواب کا مستحق ہے۔[35]

سنن نسائی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیوگان اور مساکین کی حاجت روائی کے لیے ان کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ کرتے۔[36] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ خود بیوگان کی خبر گیری فرماتے، بلکہ دوسروں کو بھی ترغیب دیتے، چنانچہ مکہ مکرمہ کو جب فتح کر لیا گیا تو آنحضرت نے سراقہ بن جعشم کو تلقین فرمائی کہ کیا میں تمہیں بہترین صدقہ نہ بتاؤں؟ صحابی رسول نے فرمایا بالکل ضرور بتائیں یا رسول اللہ! آنحضرت نے فرمایا کہ تم اپنی اُس بیٹی کا خیال رکھو جو تمہارے پاس واپس لوٹ آئی ہے اور اس کا تمہارے علاوہ کوئی کمانے والا نہیں ہے۔[37]

نبی الرحمت نے بیوہ خواتین کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے میرے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا، جب میں اندر داخل ہونے لگوں گا تو ایک بیوہ عورت کو دیکھوں گا کہ وہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی کوشش میں ہے، میں اس سے سوال کروں گا کہ وہ کون ہے؟ جس پر وہ کہنے لگے گی کہ وہ بیوہ ہے اور اس کے بچے یتیم تھے۔[38]

نبی الرحمت کی دیکھا دیکھی اور بیوگان کے فضائل سن کر اصحاب رسول نے بیوگان کو سہارا دینے کے لیے ایک سے زائد نکاح کرنے شروع کر دیے جس سے بیوہ خواتین کے تمام مسائل حل ہونے لگے، معاشرے میں موجود بیوگان کی خبر گیری اور کفالت بہترین اعمال میں شامل ہے۔ سماج کی ایسی نادار افراد کی مجبوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غیر مذاہب ان کی مدد کر کے انہیں اپنے مذاہب میں داخل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے نادار افراد پر خود توجہ دیں اور انہیں غیروں کے ہاتھوں یرغمال ہونے سے بچائیں، معاشرے میں بیوگان کے مسائل میں سے اہم مسئلہ ذریعہ معاش کا نہ ہونا شامل ہے، دور حاضر میں بیوگان کی کفالت کرنے کا بہترین ذریعہ نکاحِ ثانی ہے۔ دوسری شادی سے بیوگان کو سہارا مل سکتا ہے، ان کی عصمت دری کے مسائل میں کمی آسکتی ہے۔

2) عائلی اور خانگی مسائل کا حل:

نبی الرحمت کا اسوہ حسنہ امت کے لیے بہترین نمونہ ہے، حضور کی حیاتِ طیبہ ہر لحاظ سے کامل اور اکمل ہے، نبی الملاحم تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے، اقدار جاہلی کی تمام رسوم کو مٹا کر امت مسلمہ کو آزادی دلائی، مرد و عورت کو یکساں حقوق عطا کیے، انسانیت کو احترام سے نوازا، بیوہ اور مساکین کی کفالت کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ خود ام المومنین سیدہ عائشہ کے علاوہ باقی تمام ازواج سے بیوگی کی حالت میں نکاح کیا، حضور کی سنت و ترغیب پر عمل کرتے ہوئے صحابہ نے بھی ایک سے زائد نکاح میں بیوہ خواتین کو ترجیح دی، تاکہ انہیں سہارا مل سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی، عصر حاضر میں بیوہ خواتین کے مسائل کے حل کے لیے بہترین نمونہ ہے، عصر حاضر میں اگر ایک سے زائد نکاح کی سنت پر عمل کیا جائے تو بیوہ عورتوں کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

نتائج بحث:

اس تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائجِ بحث کو نکات کی صورت میں ذیل میں بیان کیا جارہا ہے۔

1) تحقیق سے ثابت ہوا کہ عورت کو اسلام کے علاوہ دیگر کسی مذہب و تہذیب نے وہ مقام نہیں دیا، جو اس کا حق تھا۔

2) سیرت النبی کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ بیوہ عورت کو منحوس سمجھنا، کسی بھی طرح درست نہیں۔

3) بیوہ عورت کو نکاحِ ثانی کا مکمل حق حاصل ہے۔

OPEN ACCESS

4)بیوہ خواتین کو سہارا دینے کے لیے نبی الرحمۃ نے نہ صرف خود بیوہ خواتین کے ساتھ نکاحِ ثانی کیا، بلکہ اپنے صحابہ وجمیع امت مسلمہ کو ترغیب بھی دی۔

5)وطن عزیز میں بیوہ خواتین کو نان ونفقہ، سُکنیٰ، جبری نکاح اور گھریلو تشدد جیسے مسائل کا سامنا ہے۔

6)سیرت النبی کی اتباع کرتے ہوئے بیوہ کے مسائل کو حل کرنے کے لیے نکاحِ ثانی کا رواج عام کیا جائے، بلکہ حکومتی سطح پر اس کی ترغیب دی جائے۔

7)بیوہ عورتوں کے معاشرتی ومعاشی مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے۔

8) خطباء کو چاہیے کہ وہ بیوہ عورتوں کے حقوق وفرائض پر گفتگو کریں اور لوگوں کو ترغیب دیں کہ لوگ بڑھ چڑھ کر بیوہ خواتین کے ساتھ تعاون کریں اور ان کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

سفارشات:

1۔ قرآن وسنت کی تعلیمات اور صحابہ کرام کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے سے بیوہ کے مسائل کا حل ممکن ہے۔

2۔خاندان والوں کو چاہیے کہ بیوہ عورت پر بے جا اور غیر ضروری پابندیوں سے گریز کریں۔

3۔بیوہ کے مسائل کے حل کے لیے حکومتِ وقت، اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر قانون سازی کرے۔

4۔بیوہ کے حقوق وفرائض کو قومی نصاب میں شامل کیا جائے۔

5۔اگر بیوہ نکاحِ ثانی کی خواہش کا خود اظہار کرے، تو معاشرہ کے افراد پر لازم ہے کہ بیوہ کے اس عمل پر طعن وتشنیع کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی کریں۔

6۔بیوہ خواتین کے معاشی استحکام کے لیے خیراتی ادارے بالخصوص این جی اوز سلائی کڑھائی کی مشین لے کر دیں، تاکہ وہ اپنا اور بچوں کا پیٹ پال سکیں۔

حوالہ جات

---

[1]الزبیدی، تاج العروس للعلامہ مرتضی زبیدی، مکتبہ دار الھدایہ، ج،29، ص:101

[2]بخاری، کتاب الطلاق، باب تُحِدُّ المتوفیٰ عنہا زوجہا۔۔۔الخ رقم:5337

[3]سلیمان ندوی، سیرت نبوی، حصہ 6، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2022، ص:429

[4]ابوالحسن ندوی، اسلام میں عورت کا درجہ اور اس کے حقوق وفرائض، لکھنو، جامعہ مؤمنات، 1999، ص:39،

[5]ضیاء الدین، حافظ، عورت قبل از اسلام وبعد اسلام، کراچی، راحت ایجوکیشن، 2006، ص:33-35

[6]سلیمان ندوی، سیرت نبوی، حصہ 6، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2002، ص:429

[7]حافظ ضیاء الدین، عورت قبل از اسلام وبعد از اسلام، ص:48

[8]حالی، الطاف حسین حالی، مسدس، ص:14

[9]بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقۃ علی الاھل، رقم 5353

[10]بخاری، کتاب النکاح، باب اذازوج ابنتہ، وھی کارھۃ، رقم:5138

[11]ابن حجر، فتح الباری، ج،15، بیروت، دارالرسالۃ العالمیۃ، ص:380

[12]مجمع الزوائد، ج4، ص:328، بحوالہ: المعجم الطبرانی الاوسط

[13]مسلم، الصحیحُ المسلم، کتابُ الزُھدِ والرقائقِ، بابُ الاحسان الی الارملۃ والمسکین والیتیم، رقم:2983

[14]مسلم، الصحیحُ المسلم، کتابُ الزُھدِ والرقائقِ، بابُ الاحسان الی الارملۃ۔۔۔الخ رقم:2982

[15]النساء:7/4

[16]مودودی، سید ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1396، ج1، ص:324

[17]رازی، ابوعبداللہ محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج9، بیروت، دارالفکر، 1401ھ، ص:200

[18]تفصیل کے لیے دیکھیے: فوزیہ سعید، ڈاکٹر، بیوہ عورتوں کے نفسیاتی مسائل اور ان کا حل، ورق تازہ، نومبر 6، 2021

[19]بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، رقم:1283

CC BY

[20]ابن حجر، فتح الباری، کتاب الجنائز، باب زیارۃ القبور، الجزالرابع، ص:589

[21] The social order,Robert Bierstedt,New York,MCFraw Hill,1963,p-5

[22]دیکھیے: طاہر القادری، ماہنامہ فاران، دسمبر، 1950

[23]علوی، ثریا بتول، جدید تحریکِ نسواں اور اسلام، ص:7-8

[24]القصص:23

[25]مودودی، تفہیم القرآن، ج3، ص:626

[26]بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الحیل، باب فی النکاح، رقم:6968

[27]بخاری، کتاب اصحاب النبی، باب قصۃ البیعۃ، رقم:3700

[28]البقرہ:2/234

[29]مودودی، تفہیم القرآن، ج1، ص:108

[30]التکویر: 8

[31]بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باما ینھیٰ عن اضاعۃ المال، رقم:2408

[32]مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، رق،:2631

[33]ابوداود، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتامیٰ، رقم:5146

[34]الاستیعاب فی معرفۃ الصحابہ، رقم:3347

[35]مسلم، الصحیح المسلم، کتاب الزہد والرقائق، باب الإِحْسَانِ إِلَى الأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ رقم:2982

[36]نسائی، امام احمد بن شعیب، سنن نسائی، حلب، مکتبہ مکتوبات الاسلامیہ1406، رقم:1414

[37]بخاری، ادب المفرد، بیروت دارالبشائر الاسلامیہ، 1989، رقم:80

[38]ابویعلی، امام ابویعلی الموصلی، مسند ابویعلی، دمشق، دارالمأمون للتراث، 1401، رقم:6651